رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۳

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ۔ لو تمہیں طرزِ تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۲ بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۰۳ء نمبر ۹

فہرست مضامین

عیسائی مذہب پر ایک خاص ریویو ۳۲۹-۳۴۳

۱- تثلیث ۳۲۹

۲- حضرت مسیح صلیب پر نہیں مرے ۳۳۱

۳- حضرت مسیح کی قبر بمقام سری نگر ۳۳۷

کیا ڈوئی اس مقابلہ میں نکلے گا ۳۴۳-۳۵۱

عصمت انبیاء پر پادری مارزو کے رسالے ۳۵۱-۳۵۸

وہ نبی ۳۵۸-۳۶۴

ضمیمہ - یعنے حضرت اقدس کی طرف سے جماعت کو ارشاد ۱-۸

انجمن اشاعت اسلام قادیان نے انوار الاسلام پریس قادیان دار الامان میں باہتمام منشی محمد افضل احمدی

۲۰ ستمبر سنہ ۱۹۰۳ کو چھپوا کر شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عیسائی مذہب پر ایک خاص ریویو

از حضرت مسیح موعود ؑ

۱۔ تثلیث

عیسائی مذہب کے حامی اس زمانہ میں عصمتِ مسیح اور کفارہ خونِ مسیح کا مسئلہ پیش کر کے یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ گویا تمام مدار نجات اسی پر ہے کہ مسیح ابن مریم کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مان لیا جائے جو گناہوں سے پاک ہے اور انسانوں کی رہائی کیلئے مصلوب ہو چکا ہے۔ لیکن سچ بات یہ ہے کہ اب وہ زمانہ گذر گیا ہے کہ لوگ ان مصنوعی باتوں سے کچھ تسلی پاسکیں بلکہ سچائی کے پوشیدہ چشمے اب ایسے زور سے پھوٹ رہے ہیں کہ بند کرنا ان کا غیر ممکن ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ یہ لوگ اب تثلیث اور کفارہ کو الوداع کہتے اور ان سچائیوں کا مقابلہ نہ کرتے۔ جو ایک فوج کرار کی طرح آسمان سے اتر رہی ہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ پادری صاحبان ان سخت نامعقول باتوں سے گھبراتے نہیں ہیں جنکو زمانہ دھکے دے رہا ہے۔ جن لوگوں کی قدیم کتابوں کی بنا پر یہ لوگ ایک عاجز انسان کو خدا بنانا چاہتے ہیں یعنی یہودی جو اصل وارث بائیبل کے ہیں وہ انکے عقیدہ سے بیزار دل بیزار ہیں اور یہ بات خود سمجھ نہیں آسکتی کہ اگر درحقیقت یہودیوں کو مسلسل طور پر نبیوں

اور خدا کی مقدس کتابوں کے وسیلہ سے یہی تعلیم ملتی آئی تھی کہ خدا درحقیقت تین ہیں جنمیں سے ایک یسوع کا بیٹا ہے تو اس صاف اور صریح تعلیم سے انہوں نے وقت پر انکار کیوں کیا اور کیوں انکار پر اتفاق ہو گیا۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ چودہ سو برس تک یہودی اس اعتقاد پر جمے رہے کہ خدا تین ہیں اور نجات خون مسیح پر موقوف ہے اور پھر حضرت مسیح کے ظاہر ہونے سے انہوں نے اس پورانے اعتقاد سے انکار کر دیا۔ اور اسقدر لمبے زمانہ تک جو تعلیم ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تھی اس کو وہ یک لخت بھول گئے ہاں یہ ممکن تھا کہ وہ ابن مریم کو خدا نہ ٹھہراتے اور آئندہ کسی اور خدا کے منتظر رہتے جو تین میں سے ایک ہوتا اور کسی عورت کے پیٹ میں سے پیدا ہونیوالا ہوتا۔ مگر یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ ایسی متواتر اور متسلسل تعلیم کو بھولجاتے جو ان کی نجات کا مدار تھی اور جو برابر نبیوں کے ذریعہ سے چودہ سو برس تک انکو دی گئی تھی اور بجاے اسکے ایک ایسی توحید پر جم جاتے جو قرآنی توحید کے موافق ہے۔ اس بات کو تو کوئی عقل قبول نہیں کریگی کہ درحقیقت یہ تعلیم تین خداوالی توریت اور دوسرے نبیوں کے صحیفوں میں موجود ہے کیونکہ اگر یہ سچ ہے کہ یہی تعلیم توریت کی ہے اور ہمیشہ اسرائیلی نبی یہی تعلیم اپنی امت کو ہر ایک زمانہ میں دیتے رہے تھے اور ان کے بچوں کو یہی تعلیم مدارس میں سکھلائی جاتی تھی کہ تمہارا خدا یسوع ہے جو ایک عورت مریم نام کے پیٹ سے پیدا ہوگا تو پھر ہمیں ایک ایسے تواتر سے انکار کرنا پڑیگا جو اجلی بدیہیات کیطرح روشن ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ قدیم سے یہودی اپنی تالیفات اور تفسیرات کے ذریعہ سے یہی شہادت دیتے آئے ہیں کہ انکا خدا واحد لاشریک ہے۔ اور ہر نیسے پاک ہے۔ اور جو کوئی عورت سے پیدا ہوا ہو وہ خدا نہیں پھر جس حالت میں بقول عیسائیاں ہر ایک نبی انکو تثلیث کی تعلیم دیتا آیا ہے تو وہ کتابیں ان کی کہاں گئیں جنمیں انہوں نے گواہی دی کہ ہمیں یہی تعلیم ملی تھی اور ایسی کھلی کھلی تعلیم کیونکر چھپ گئی حالانکہ خدا نے نبیوں کے بھیجنے میں کچھ فرق نہیں کیا تھا اور موسے سے یحییٰ یعنی یوحنا نبی تک متواتر نبی آئے اور ان کا اصل کام یہی تھا کہ وہ تعلیم جو مدار نجات ہے یہودیوں پر ظاہر کریں پس انہوں نے کیا ظاہر کیا۔ پس اس بات میں کچھ بھی کلام نہیں کہ جس تعلیم کو توارث کے طور پر یہودی پاتے آئے ہیں وہ توحید ہی ہے۔ جیسا کہ یہودی آجتک یہی کہتے ہیں اور ہمنے خود ان کے فاضل اور اہل علم اور بڑے بڑے نامی سرگروہوں سے دریافت کیا وہ بالاتفاق تثلیث کو کفر جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درحقیقت ہمیشہ سے توحید کی تعلیم انکو ملتی رہی ہے۔ اور توریت اور دوسری کتابوں کے تعلیمی حصہ کے جس طرح سے قدیم زمانہ سے یہودی معنے کرتے آئے ہیں وہی معنے درست ہیں ہاں ممکن بلکہ قریب قیاس ہے کہ وہ پیشگوئیاں جو آنیوالے زمانہ میں نبیوں کے حق میں تھیں کہ وہ ظاہر ہونگے

ان میں سے بعض کا مصداق مقرر کرنیمیں غلطی ہوگئی ہو کیونکہ پیشگوئیوں کی تفہیم اکثر اجمالی ہوتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک نبی پیشگوئی کرنیوالا بھی اسکی تفصیل بیان کرنے سے عاجز ہوتا ہے کیونکہ وہ علم غیب ہے اور بجز خدایتعالیٰ کے کسی کا اسپر احاطہ نہیں اور نہ خدایتعالیٰ پر واجب ہے کہ قبل از وقت اسکی تفصیل بیان کردے ہر ایک چیز کا پورا ظہور خدا نے وقت پر رکھا ہوا ہے۔ پس قبل از وقت کسی پیشگوئی کے معنے سمجھنے میں احتمال خطا کا رہتا ہے لیکن تعلیم جو مدار نجات ہے وہ اصل فرض نبی کا ہوتا ہے اسکو ہمیشہ خدا کے نبی کھولکر سمجھاتے ہیں اور اسی غرض سے بنی اسرائیل میں کثرت سے نبی آئے تا تعلیم کو بار بار بیان کرکے دلونمیں منقوش کردیں۔

ہاں اگر موجودہ انجیلوں پر اعتبار کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح نے اپنے تئیں خدا کے بیٹوں میں شمار کیا ہے لیکن قطع نظر اس سے کہ یہ انجیلیں بباعث کثرت تحریف ایک ردی کیطرح ہیں اس قسم کے خطاب خدایتعالیٰ کیطرف سے نبیوں کیلئے کوئی نئی بات نہیں۔ تمام اسرائیلی نبی خدا کے بیٹے ہی کہلاتے رہے۔ مسیح ابن مریم میں کوئی ایسی بات نہیں نہ کوئی ایسا معجزہ ہے جس سے اسکی خدائی ثابت ہوسکے۔ اور انسانیت کے لوازم اسمیں اسقدر ہیں جیسا کہ انسانوں میں ہوتے ہیں مخلوق کی سب سے بڑھکر علامت اسکی موت ہے سو مسیح مر بھی گیا مگر پھر بھی نادانوں نے اسکو خدا بنا لیا عقل اس بات کو کسیطرح سمجھ نہیں سکتی کہ خدا ہو اور پھر مرجائے اور باوجودیکہ تینوں خدا ایک ہیں پھر اسکے کیا معنے ہیں کہ انمیں سے ایک خدا مرجائے اور باقی دو زندہ رہجائیں بلکہ تینوں میں سے ایک کا مرجانا باقی دو کی موت کو بھی مستلزم ہے اور پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا کا درحقیقت بیٹا ہو اور پھر کہے کہ میں جو ابن اللہ ہوں مجھے قیامت کی خبر نہیں عجب ہے کہ خدا اور پھر جاہل اور بیعلم۔ علاوہ اسکے یہ بات بھی وجوہات مندرجہ ذیل سے غلط ثابت ہوتی ہے کہ مسیح ابن مریم مرکر زندہ ہوگیا تھا اور پھر آسمان پر چلا گیا تھا بلکہ وہ صلیب پر نہیں مرا +

۲۔ مسیح صلیب پر نہیں مرا

اول انجیل کے دو مقام پر غور کرنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح سولی پر ہرگز نہیں مرا چنانچہ ایک جگہ مسیح خود اپنے قصہ کو یونس بن متی کے قصہ سے مشابہت دیتا ہے بلکہ اس قصہ کو بطور نشان کے قرار دیتا ہے اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ کے اندر نہیں مرا تھا اور نہ مردہ ہونے کی حالت میں شکم ماہی میں داخل ہوا تھا تو پھر اگر فرض کیا جائے کہ مسیح مردہ ہونیکی حالت میں قبر میں داخل ہوا تھا تو یونس کے قصہ سے اس کے قصہ کو کسی طرح مشابہت نہیں رہتی پس یہ مثال جو اپنے لئے مسیح نے پیش کی ہے ایک دانشمند کیلئے بشرطیکہ

اسکی عقل کسی تعصب یا عادت کے نیچے دبی ہوئی نہ ہو مسیح کیطرف سے ایک صاف گواہی ہے کہ وہ سولی پر نہیں مرا تھا اور قبر میں زندہ داخل ہوا تھا جیسا کہ یونس بھی مچھلی کے پیٹ میں زندہ ہی داخل ہوا تھا اور یونس نبی پر جو ابتلا آیا تھا اصل جڑھ اسکی وہ پیشگوئی تھی جو قوم کی نسبت اس نے کی تھی یعنی یہ کہ چالیس دن کے اندر اُن پر عذاب نازل ہوگا اور وہ عذاب ان پر نازل نہ ہوا اسلئے یونس کے دل پر اس سے بہت صدمہ پہنچا کہ اسکی پیشگوئی غلط نکلی اور وہ قوم سے ڈر کر کسی دوسرے ملک کیطرف بھاگ گیا۔ اسی طرح مسیح ابن مریم پر جو ابتلا آیا اسکی جڑھ بھی اسکی وہ پیشگوئی تھی جو قوم کی نسبت اس نے کی تھی یعنی یہ کہ وہ اس قوم پر حکمراں اور بادشاہ ہو جائیگا اور داؤد کا تخت اسے ملیگا مگر وہ پیشگوئی ان معنوں کے رو سے جو مسیح نے سمجھی پوری نہ ہوئی اور غلط نکلی اسلئے مسیح کو اسکی وجہ سے بہت صدمہ پہنچا اور وہ جیسا کہ اس نے انجیل میں اشارہ کیا ہے ارادہ رکھتا تھا کہ یونس کی طرح کسی اور ملک کی طرف بھاگ جائے کیونکہ اس نے کہا کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں پس اسکے دل میں تھا کہ کسی اور جگہ ہجرت کرکے عزت پاوے اور ہجرت انبیاء علیہم السلام کی سنت میں سے بھی ہے لیکن چونکہ کسی قدر قوم کے ہاتھ سے دکھ اٹھانا اسکی قسمت میں تھا اسلئے اس ارادہ کے پورا کرنیکے پہلے ہی پکڑا گیا اور سولی پر کھینچا گیا مگر جیسا کہ یونس کے قصہ کے خیال سے سمجھا جاتا ہے خدا نے اسکو اس موت سے بچالیا اور اسکی دعا کو جو باغ میں کی تھی اسکے تقوی کی وجہ سے قبول کیا۔ تب اسنے اپنے اس ارادہ کو پورا کیا جو اسکے دل میں تھا اور دوسری گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں وہ دور دراز ملکوں کیطرف نکل گیا اسی وجہ سے اسکا یسوع آسف نام ہوا یعنی گمشدہ قوم کو تلاش کرنیوالا۔ پھر کثرت استعمال سے یہ لفظ یوز آسف کے نام سے مشہور ہو گیا۔ غرض یونس نبی سے مسیح کی یہی مماثلت تھی کہ وہ زندگی کی حالت میں ہی یونس کیطرح قبر میں داخل ہوا اور نیز قوم کے ڈر سے دوسرے ملک کیطرف بھاگا۔ اگر اس مماثلت کو قبول نہ کیا جائے تو پھر مسیح کا بیان خلاف واقع ٹھہرتا ہے اور نیز بجائے مماثلت کے منافات ثابت ہوتی ہے اور مماثلت کے قبول کرنے سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا +

پھر دوسری دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ اسکی وہ دعا ہے جو اسنے باغ میں نہایت تضرع اور عاجزی سے کی تھی جس کا مفصل ذکر انجیلوں میں موجود ہے اور میں ہرگز سمجھ نہیں سکتا کہ اس قسم کی دعا کہ مسیح جیسا ایک راستباز ساری رات کرے اور گریہ اور زاری اور تضرع کو انتہا تک پہنچا دے تب بھی وہ دعا قبول نہ ہو۔ دعا کا مطلب صرف تھا کہ وہ سولی سے بچایا جائے کیونکہ یہودیوں نے یہ سوچا تھا کہ مسیح کو سولی دیکر یہ مردوں کے ذہن نشین کریں کہ وہ نعوذ باللہ صادق نہیں ہے اور ان کاذبوں میں سے ہے جن پر

خدا کی لعنت ہے یہی غم تھا جس کی وجہ مسیح نے ساری رات دعا کی تھی ورنہ اسکو موت کا کوئی غم نہ تھا اور ایسی حالت میں ضروری تھا کہ خدا تعالےٰ مسیح کی بریت کے لئے اسکی دعا منظور فرماتا سو وہ دعا منظور کیگئی۔ چنانچہ انجیل میں صریح الفاظ میں اسکا ذکر ہے کہ مسیح رات کو رو زار رہا اور وہ جناب الٰہی میں چیخیں مارتا رہا اور ساری رات اسکے آنسو جاری رہے پس اسکے تقویٰ کی وجہ سے وہ دعا قبول کیگئی دیکھو عبرانیوں ۵ اس مقام میں عیسائیوں کی عقل اور سمجھ پر بہت سخت تعجب ہے کہ جس حالت میں انجیل خود گواہی دیتی ہے کہ باغ والی دعا قبول کیگئی تو پھر قبول ہونے کے بجز اسکے اور کیا معنے ہیں کہ وہ صلیبی موت سے بچایا گیا۔

پھر تیسری دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اسکا زندہ دیکھا جانا ہے یعنی وہ بعد صلیب کے اپنے حواریوں کو ملا اور اپنے زخم دکھلائے اور ان کیساتھ گلیل کیطرف گیا اس جگہ عقل کو اس فتوے کیلئے کوئی راہ نہیں کہ وہ مر کر پھر زندہ ہو گیا کیونکہ یہ امر غیر معقول اور سخت بعید از قیاس ہے جو بودی اور کمزور شہادتوں سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ عقل کیلئے سہل طریق یہی ہے کہ صلیب سے اسکی جان نہیں نکلی تھی جیسا کہ اس سے پہلے بھی ایسے اتفاق کئی ہوئے تھے کہ بعض آدمی صلیب پر نہیں مرے تھے۔ پس طریق معقول کو چھوڑ کر طریق نامعقول کو اختیار کرنا سراسر سچائی سے دشمنی اور جہالت سے دوستی ہے اگر مسیح نے سر زندہ کیا جاتا تو اسکو قوم کا کچھ خوف ہوتا کیونکہ جس خدا نے اسکو مار کر پھر زندہ کیا وہ خدا اسکو ضرور بچاتا اور اسکا یقین بڑھ جاتا۔ پھر اسکے کیا معنے ہیں کہ مسیح دوبار زندگی کے بعد بھی یہود سے ڈرتا رہا کہ مجھے پکڑ نہ لیں اور اپنے شاگردوں کو منع کرتا رہا کہ یہود کو میری اطلاع نہ ہو ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ پھر آکر مجھے پکڑ لیں۔ پھر عجیب و عجیب یہ بات ہے کہ مسیح کو دوبار خدا نے زندہ تو کیا مگر اسکے زخموں کے اچھا کرنے پر وہ قادر نہ ہو سکا اور آخر اچھا کرنے کے لئے اس مرہم کی حاجت پڑی جو آجتک مرہم عیسےٰ کے نام سے مشہور چلی آتی ہے۔

پھر چوتھی دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا نسخہ مرہم عیسیٰ ہے جو طب کی کتابوں میں جو ہزار کے قریب ہیں بلکہ غالباً اس سے زیادہ ہونگی ابتک پایا جاتا ہے موجود ہے اور یہ کتابیں یونانی رومی عبرانی فارسی میں موجود ہیں اور اس زمانہ سے عیسوی تاریخ کی دوسری صدی تک ان کتابوں کا پتہ ملتا ہے۔ اس نسخہ مرہم عیسےٰ کی نسبت طبیب لوگ یہ لکھتے چلے آئے ہیں کہ یہ مرہم حواریوں نے عیسےٰ کیلئے تیار کی تھی اور چونکہ اس مرہم کے فوائد میں یہ لکھا ہے کہ وہ چوٹوں کے لئے بہت مفید ہے اور زخم کو اچھا کرتی ہے اور خون جاری کو بند کرتی ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مرہم حضرت مسیح کی ان چوٹوں کیلئے تیار کیگئی تھی جو صلیب سے اسکو پہنچی تھیں۔ شہادت یعنی نسخہ مرہم عیسےٰ بڑی توجہ کے لائق ہے کیونکہ علمی کتابوں میں درج ہے

اور ہزارہا طبیب اس کی تصدیق کرتے آئے ہیں۔

پھر پانچویں دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ نقودیموس کی انجیل ہے جو لنڈن میں بزبان انگریزی ۱۸۲۰ء میں چھپی تھی اس انجیل کے دسویں باب میں لکھا ہے کہ رومی سپاہیوں نے یہودیوں کو کہا کہ ہمنے سنا ہے کہ تمنے یوسف کہ جس نے یسوع کی نعش کو کفنایا تھا ایک کوٹھہ میں بند کیا ہے جس کی کلید مہر بند کر کے رکھی تھی اور جب تم نے اس کوٹھہ کو کھولا تو یوسف کو تمنے نہ پایا۔ ہمکو یوسف کو دو جس کو تم نے ایک کوٹھہ میں بند کیا تھا تو ہم تم کو یسوع کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) دیدیں گے جس کی ہمنے قبر میں حفاظت کی تھی یہودیوں نے جواب دیا کہ ہم تمکو یوسف کو دیدینگے تم ہمکو یسوع کو دو۔ یوسف اپنے شہر اری ماتھی میں ہے۔ سپاہیوں نے جواب دیا کہ اگر یوسف اری ماتھی میں ہے تو یسوع گلیل میں ہے" اس لفظ میں صریح اشارہ ہے کہ یسوع یعنی حضرت عیسیٰ صلیب سے بچکر اپنے شہر گلیل میں چلا گیا تھا۔ اور اس انجیل پر کچھ موقوف نہیں مروجہ چار انجیلوں پر غور کر کے بھی اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسیح قبر سے نکل کر گلیل کیطرف گیا تھا پس ایک امر قریب القیاس کو چھوڑ کر جو صاف اور سیدھے طور پر معلوم ہو رہا ہے ایک اعجوبہ بعید از قیاس بنانا اور مسیح کو مار کر پھر اسکو زندہ کرنا ایک ایسا بیہودہ خیال ہے کہ کوئی عقلمند اسکو قبول نہیں کریگا۔ کیوں نہ یہ بات نہ مان لیجائے کہ یسوع مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ اور مرنے کے اسباب بھی پیدا نہیں ہوئے تھے نہ اسکی ٹانگیں توڑی گئیں اور نہ وہ بہت دیر تک صلیب پر رکھا گیا پھر کچھ تعجب کی بات نہیں تھی کہ وہ صلیب پر نہ مرتا بلکہ تعجب کی بات یہ تھی کہ باوجود ٹانگیں نہ توڑنے کے وہ صرف تین چار گھنٹہ کی مدت میں صلیب پر مرجاتا۔ اس واقعہ کی نظیر کسی مصلوب میں نہ پاؤ گے کہ وہ باوجود ٹانگوں کے نہ توڑنے کے اس قدر جلد مرگیا۔ قیاس تو یہ چاہتا تھا کہ خدا کی جان بہ نسبت انسان کی جان کے بہت دیر کے بعد نکلتی۔ کیونکہ جس قدر خدا اور انسان میں فرق ہے اسیقدر ان کے مرنے میں بھی فرق ہونا چاہئے پس یہ کیا بات ہے کہ انسانوں کی تو صلیب پر چھ چھ سات سات دن کے بعد جان نکلے اور وہ جو خدا کہلاتا تھا جس نے اپنی قوی طاقتوں سے دنیا کو نجات دینا تھا وہ تین چار گھنٹہ میں مرجائے۔ اور یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ کہ اگرچہ وہ خدا تھا لیکن تمام دنیا کے گناہ جو یکدفعہ اکٹھے ہو کر اسکی گردن پر پڑے اسلئے وہ کمزور ہوگیا اور ان گناہوں کے بوجھ کی برداشت نہ کر سکا۔ اسلئے وہ جلد تر مرگیا۔ کیونکہ اگر وہ گناہوں کے بوجھ کی برداشت نہیں کر سکتا تھا تو کیوں اس نے ایسی فضولی کی کہ میں برداشت کروں گا۔ اور کیوں اس نے کہا کہ میں تمام دنیا کے گناہ اپنے سر پر لے سکتا ہوں جس حالت میں گناہ غالب رہے

جنہوں نے بہت جلد اسکو ہلاک کر دیا اسلیے قوی دلائل کے لحاظ سے گناہ قابلِ تعریف ہیں کہ یسوع مسیح کہ جو ایسا جلد ان کے نیچے دب کر مر گیا جیسا کہ ایک کمزور بچہ تھوڑے سے صدمہ سے مرجاتا ہے۔ بہرحال یہ عجیب بات ہے کہ خدا پر گناہ غالب آ گئے یہانتک کہ ان گناہوں نے صرف تین گھنٹوں تک اسکا کام تمام کر دیا۔ ایسے کمزور خدا پر ایمان لانا جسکی موت کا باعث اسکی کمزوری ہے۔ اگر بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تو پادری صاحبوں کا عجیب عقیدہ ہے مگر ان کی ان سکلوپیڈیا جلد ۱۳ صفحہ ۶۶۹ میں لکھا ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد دس دفعہ لوگوں سے ملاقات کی اور وہ صرف تین گھنٹہ تک صلیب پر رہا تھا اب اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ ضرور صلیب سے زندہ بچگیا جیسا کہ اس سے پہلے بھی وہ یہودیوں کے حملوں سے بچتا رہا۔

پھر چھٹی دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا یہ ہے کہ عیسائی فرقوں میں سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کیطرح بروزی رنگ میں ہوگی نہ کہ حقیقی یعنی اسکی خو اور صفت پر کوئی اور آجائیگا کیونکہ وہ مرچکا ہے۔ چنانچہ **نیو لائف آف جیزس** جلد اول صفحہ ۴۱۴ مصنفہ ڈی ایف سٹراس میں عبارت ہے جسکا ترجمہ ذیل میں لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:۔

(جرمن کے بعض عیسائی محققوں کی رائے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا)

جرمن کے محقق عیسائی یہ دلائل دیتے ہیں کہ اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضاء پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مرجاتے ہیں یا بھوک سے مرجاتے ہیں پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ قریب چھ گھنٹے صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اُتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں ملکر اسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اسکی بیہوشی دور ہوئی۔ اس دعوے کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ میں ایکدفعہ ایک فوجی کام سے واپس آرہا تھا تو راستہ میں میں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں انمیں سے میں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے۔ پس میں نے ٹیٹس (حاکم وقت) سے انکے اُتار لینے کی اجازت حاصل کی اور انکو فوراً اُتار کر انکی خبر گیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہو گیا

پر باقی دو مر گئے +

اور کتاب ماڈرن ڈوٹ اینڈ کرسچن بیلیف کے صفحہ ۴۵۵-۴۵۷ میں یہ عبارت ہے جسکا ذیل میں ترجمہ لکھا جاتا ہے:-

شلیر میخر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب نہیں مرا بلکہ ایک ظاہر اموت کی سی حالت ہو گئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنی اصل موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہو گیا +

ایسا ہی کتاب سیرینچرل ریلجن کے صفحہ ۸۷۵ پر لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پہلی تفسیر جو بعض لائق محققین نے کی ہے وہ یہ ہے۔ کہ یسوع دراصل صلیب نہیں مرا بلکہ صلیب سے زندہ اتار کر اسکا جسم اسکے دوستوں کے حوالہ کیا گیا اور وہ آخر بچ نکلا۔ اس عقیدہ کی تائید میں یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ اناجیل کے بیان کے مطابق یسوع صلیب پر تین گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے رہ کر فوت ہوا۔ لیکن صلیب پر ایسی جلدی کی موت کبھی پہلے واقعہ نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ صرف اسکے ہاتھوں پر میخیں لگائی گئی تھیں اور پاؤں پر نہیں تھیں چونکہ یہ عام قاعدہ نہ تھا کہ ہر ایک مصلوب کی ٹانگ توڑی جاوے اسواسطے تین انجیل نویسوں نے تو اسکا کچھ ذکر بھی نہیں کیا اور چوتھے نے صرف اپنی کسی خاص غرض کی تکمیل کیلئے اسکا ذکر کیا ہے اور جہاں ٹانگ توڑنیکا ذکر نہیں ہے تو ساتھ ہی برچھی کا واقعہ بھی کالعدم ہو جاتا ہے پس ظاہر اموت جو واقع ہوئی وہ ایک سخت بیہوشی تھی جو کہ چھ گھنٹے کے جسمانی اور دماغی صدموں کے بعد واقع ہوئی اور اسکے علاوہ گذشتہ شب بھی بیداری اور تکلیف میں گذری تھی۔ جب اسے کافی صحت پھر حاصل ہو گئی تو اپنے حواریوں کو پھر یقین دلانیکے واسطے کئی دفعہ ملا لیکن یہودیوں کے ڈر سے وہ بڑی احتیاط سے نکلتا تھا۔ حواریوں نے یہی سمجھا کہ وہ مرکر زندہ ہوا ہے اور چونکہ موت کی سی بیہوشی تک پہنچکر وہ پھر بحال ہوا* اسلئے ممکن ہے کہ اس نے

---

* کفور جس نے شنٹوڈ کے اس مسئلہ کی نہایت قابلیت کے ساتھ تائید کی ہے لکھتا ہے کہ یہود کے حکام کے درمیان یسوع کے مرید تھے جو کہ اسکو اگرچہ عوام کی مخالفت سے بچا نہ سکتے تھے تاہم انکو امید تھی کہ ہم کسیسے اسکو بچا لینگے۔ یوسف ایک دولتمند آدمی تھا اور اسکو مسیح کے بچانے کے وسائل لگ گئے۔ نئی قبر بھی عین مقام صلیب کے قریب ہی اس نے تیار کرالی اور جسم بھی پیلاطوس سے مانگ لیا اور نقودیوس یہودیوں کی توجہ ہٹانے کیلئے بہت سارے مصالح خرید لایا اور یسوع کو جلدی سے قبر میں رکھا گیا اور ان لوگوں کی سعی سے وہ بچگیا کفور نے یوحنا ۱۹/۳۱ کی عجیب تفسیر کی ہے اور اس فقرے سے کہ میں ابھی باپ پاس نہیں گیا صرف نامراد لیا ہے (بقیہ دیکھو صفحہ ۳۳۷)

اس نے خود بھی یہی خیال [illegible] مر کر پھر زندہ ہؤا ہوں۔ اب جب اُستاد نے دیکھا کہ اس ظاہری موت نے میرے کام کی تکمیل کر دی ہے تو پھر وہ کسی نامعلوم تنہائی کی جگہ میں چلا گیا۔ اور مفقود الخبر ہو گیا +

ایسا ہی مشہور و معروف رینن اپنی کتاب میں لکھتا ہے (لائف آف جیزس صفحہ ۲۶۹) یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی موت کی اصلیت کی نسبت بہت شکوک پیدا ہو گئے تھے جو لوگ صلیب پر موت کو دیکھنے کے عادی تھے وہ کبھی اس بات کو تسلیم کر ہی نہ سکتے تھے کہ چند گھنٹے صلیب پر رہکر جیسا کہ یسوع رہا موت واقع ہو سکتی ہے وہ بہت ساری مثالیں مصلوب آدمیوں کی پیش کرتے تھے جنکو وقت پر صلیب سے اُتارا گیا تو آخر کار علاج کرنے سے وہ بالکل شفایاب ہو گئے۔ آری گن کا (ابتدائی زمانہ کا ایک مشہور عیسائی فاضل) کچھ عرصہ بعد یہ خیال تھا کہ اسقدر جلدی موت کا واقع ہونا مسیح کا معجزہ ہے۔ یہی حیرت مرقس کے بیان میں بھی پائی جاتی ہے +

حضرت مسیح کی قبر بمقام سری نگر

اب اسکے بعد ایک بھاری ثبوت اس بات کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے مخلصی پاکر آسمان کی طرف نہیں اُٹھائے گئے بلکہ کسی اور ملک کیطرف چلے گئے۔ ایک اور ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں لیکن قبل تحریر اس واقعہ کے ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قصہ کہ گویا حضرت مسیح مصلوب ہونے کے بعد یا مصلوب ہونے سے پہلے آسمان پر چلے گئے تھے ایسا ایک بیہودہ قصہ ہے کہ ایک غور کرنے والی طبیعت اسکو بدیہی طور پر جھوٹا قرار دیگی۔ خدا تعالیٰ کا یہ عام قانون قدرت ہے کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا اور نہ نازل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کی نظیر الیاس کا قصہ ہے کیونکہ الیاس کا قصہ جس کی دوبارہ آمد پر مسیح کی نبوت موقوف تھی۔ آخر مسیح کی زبان سے ہی قابل تاویل ٹھہرا اور دوبارہ آنا اُسکا محض ایک مجاز کے طور پر تصور کیا گیا پھر کیونکر اعتبار کیا جائے کہ مسیح کے صعود اور نزول سے مراد حقیقی صعود اور نزول ہے۔ جس امر کی دنیا کی ابتدا سے کوئی بھی نظیر نہیں۔ اس امر پر اصرار کرنا اپنے تئیں ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنا ہے۔ ماسوا اسکے یہ امر سراسر غیر معقول ہے کہ ایک نبی اپنے فرض منصبی کو ناتمام چھوڑ کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۶ + کیونکہ آسمان پر جانیسے مراد دراصل مرنا ہوتا ہے اور اسکے جواب کا مطلب صرف یہ ہے کہ مجھے مت چھوؤ کیونکہ میں ابھی تک گوشت اور خون ہوں میں ابھی مرا نہیں ہوں۔ اس واقعہ کے بعد یسوع پوشیدہ طور پر چند دفعہ اپنے حواریوں سے ملا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ظاہری موت نے اسکے کام کی صداقت پر آخری مہر لگا دی ہے تو وہ پھر کسی تنہائی کی جگہ میں چلا گیا +

آسمان پر جا بیٹھے مسیح کو اس بات کا اقرار ہے کہ اس کی اور بھی بھیڑیں ہیں جن کو پیغام پہنچانا ضروری ہے اور یہ اس بات کیطرف اشارہ تھا کہ وہ یہودی جو دوسرے ملکوں میں منتشر ہو گئے تھے ابھی انکو ہدایت کرنا باقی ہے پس صلیب سے مخلصی پاکر مسیح کا یہ فرض تھا کہ ان بدقسمت یہودیوں کو اپنے آنے سے مطلع کرتا جنکو اس کے آنے کی خبر بھی نہیں تھی کیونکہ وہ لوگ ہندوستان کے بعض حصوں میں جاکر کشمیر میں مدت سے سکونت پذیر ہو گئے تھے اور مسیح نے خود اس بات کو بیان کر دیا تھا کہ یہ اسکا فرض ہے کہ منتشر شدہ بنی اسرائیل کو بھی ان سے ملاقات کر کے انکو اپنی ہدایتوں سے فیضیاب کرے پس ایک راستباز کے بدن پر اس سے لرزہ پڑتا ہے کہ یہ گناہ عظیم مسیح کیطرف منسوب کیا جائے کہ وہ منصبی کام کو ناتمام چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھا۔ اور نہ ہم اس لغو اور بیہودہ امر کو خدائے حکیم کیطرف منسوب کر سکتے ہیں کہ وہ ایک زندہ شخص کو جسمیں اچھے اچھے کام کرنے کی قوتیں موجود ہیں اور مخلوق کو اپنی ہدایتوں سے نفع پہنچا سکتا ہے تمام کاموں سے معطل کر کے آسمان پر بٹھاوے اور اس قیدی کیطرح جو قید محض میں ایام گذارتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا چھوڑ دے ۔

کیا مسیح کے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ اپنی اس لمبی عمر کو بنی نوع انسان کی خدمت میں مصروف کرتا اور ہر ایک ملک میں سفر کر کے جیسا کہ خود اسکو ایک نبی سیاح سمجھا گیا ہے اپنی منتشر قوم کو فائدہ پہنچاتا یا یہ کہ اپنی تبلیغ کا کام تمام چھوڑ کر اور قوم کو طرح طرح کی گمراہیوں میں پاکر آسمان پر جا بیٹھتا۔ بالخصوص اُن بدقسمت لوگوں کا کیا گناہ تھا جنہوں نے ابھی اسکو دیکھا بھی نہیں تھا ۔

اور یہ کہ وہ مختلف ملکوں کا سیر کرتا ہوا آخر کشمیر میں چلا گیا اور تمام عمر وہاں سیر کر کے آخر سری نگر محلہ یار خاں میں بعد وفات مدفون ہوا۔ اسکا ثبوت اسطرح پر ملتا ہے کہ عیسائی اور مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یوز آسف نام ایک نبی جسکا زمانہ وہی زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا دور دراز سفر کر کے کشمیر میں پہنچا اور وہ نہ صرف نبی بلکہ شاہزادہ بھی کہلاتا تھا اور جس ملک میں یسوع مسیح رہتا تھا اسی ملک کا وہ باشندہ تھا اور اسکی تعلیم بہت سی باتوں میں مسیح کی تعلیم سے ملتی تھی بلکہ بعض مثالیں اور بعض فقرے اسکی تعلیم کے بعینہٖ مسیح کے ان تعلیمی فقرات سے ملتے ہیں جو اب تک انجیلوں میں پائے جاتے ہیں اور عیسائی نہایت مجبور اور حیرت زدہ ہو کر اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ یہ شخص جو یوز آسف اور شاہزادہ نبی کہلاتا ہے وہ مسیح کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد تھا اسی بناء پر اسکو بڑا مقدس سمجھا گیا ہے یہاں تک کہ سرینگر میں اسکے نام کا ایک گرجا بھی بنایا ہوا ہے جو پورانا اور قدیم زمانہ سے ہے اور

اسی تعلق کے قبول کرنے کے بعد یوز آسف کا قصہ یورپ کی تمام زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے.....

.....جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قدر پُرجوش محبت سے یورپ کی تمام زبانوں میں یوز آسف کی تعلیم کا ترجمہ ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ کم سے کم یوز آسف کو ایک مقدس حواری سمجھا گیا ہے۔ پس اس صورت میں تمام عیسائی صاحبان اس مطالبہ کے نیچے ہیں کہ انہوں نے بہر حال یوز آسف کا عیسائی مذہب سے ایک تعلق مان لیا ہے اور اسکے ظہور کا بھی وہی زمانہ قرار دیا ہے جو مسیح کا زمانہ تھا اور اس کی سوانح کا بڑی محبت اور دلچسپی سے ترجمہ بھی کیا اور اسکی یادگار کا ایک گرجا بھی بنایا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اسکی تعلیم کا اخلاقی حصہ انجیل کی تعلیم سے ملتا ہے اور اس نے بھی اپنی تعلیم کا نام انجیل ہی رکھا ہے۔ پس اس صورت میں اگر یوز آسف یسوع نہیں ہے تو یہ بارِ ثبوت عیسائی صاحبوں کی گردن پر ہے کہ وہ ثابت کرکے دکھلاویں کہ کبھی مسیح کا کوئی شاگرد شاہزادہ نبی بھی کہلاتا تھا اور کبھی اس نے مسیح کی تعلیم کو اپنی تعلیم بھی قرار دیا اور اسکا نام انجیل رکھا اور میں بڑے دعوے اور ثبوت سے کہتا ہوں کہ یہ ثبوت ہرگز انکے لئے ممکن نہیں کیونکہ ان کے نزدیک شاہزادہ نبی ایک ہی ہے یعنی یسوع ابن مریم ؑ

اور یوز آسف کے حالات کے بیان کرنے کے بارے میں مسلمانوں کی کتابوں میں بعض ہزار برس سے زیادہ زمانہ کی تالیف میں جیسا کہ کتاب اکمال الدین جس میں یہ تمام باتیں درج ہیں اور اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ یوز آسف نے جو شاہزادہ نبی تھا اپنی کتاب کا نام انجیل رکھا تھا۔ ماسوا اس کتاب کے خاص سری نگر میں جہاں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی قبر ہے ایسے پورانے نوشتے اور تاریخی کتابیں پائی گئی ہیں جنمیں لکھا ہے کہ یہ نبی جسکا نام یوز آسف ہے اور اسے عیسےٰ نبی بھی کہتے ہیں اور شاہزادہ نبی کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی ہے جو اس پورانے زمانہ میں کشمیر میں آیا تھا۔ جس کو ان کتابوں کی تالیف کے وقت تک قریباً سولہ سو برس گذر گئے تھے یعنی اس موجودہ زمانہ تک انتیس سو برس گذرا ہے۔ اور اس قسم کی تحریریں کشمیر کے باشندوں کے پاس کچھ تھوڑی نہیں بلکہ بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ اس جگہ کے ہندوؤں کے پاس بھی اپنی زبان میں ایک کتاب ہے جس میں اس شاہزادہ نبی کا ذکر ہے پس ایک حق کے طالب کو یہ تمام ثبوت اس بات کے قبول کرنیکے لئے مجبور کرتے ہیں کہ درحقیقت

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ بالخصوص جبکہ ان تمام باتوں کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے کہ اوّل تو خود انجیل سے یہ پتہ لگتا ہے کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ وہ صلیب پر غشی کی حالت میں ہو گیا تھا جیسا کہ اس نے خود کہا کہ یونس نبی کا معجزہ دکھایا جاویگا پس اگر صلیب پر مر گیا تھا اور مُردہ ہونیکی حالت میں قبر میں داخل ہوا تو اسکے اس واقعہ کو یونس کے واقعہ سے کیا مشابہت ہوئی۔ پھر یہ کہ انہیں انجیلوں میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے زندہ نکلا اور ابھی زخم اسکے اچھے نہیں ہوئے تھے اور وہ اپنے حواریوں کو ملا اور منع کیا کہ میرا حال کسی سے مت کہو اور ان کیساتھ اپنے وطن کیطرف چلا گیا اور انکے ساتھ ملکر کھانا کھایا اور پھر طب کی کتابوں سے متواتر طور پر ثابت ہوا ہے کہ یسوع کے زخموں کے لئے مرہم جیسے بنائی گئی تھی جسکے استعمال سے اسکے زخم اچھے ہوئے اور چونکہ وہ یہود کے دوبارہ حملے سے ڈرتا تھا اسلئے وہ اس ملک سے نکل گیا اور یہ رائے کچھ ہماری خاص رائے نہیں ہے بلکہ بڑے بڑے محقق پادریوں نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے جیسا کہ جرمن کے پچاس پادریوں کی رائے ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں اور کئی پورانی تحریریں اور بھی ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع واقعہ صلیب کے بعد مدت تک مختلف ملکوں میں سیاحت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اسکا نام نبی سیاح ہو گیا اور ان باتوں کو مسلمانوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح نبوت پانیکے بعد ایک مدت تک مختلف بلاد میں سیاحت کرتا رہا ہے پس ان تمام باتوں کو ایک ہی جگہ جمع کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یسوع ہرگز آسمان پر نہیں چڑھا اور جیسا کہ یہ تمام واقعات ایسے قریب قیاس ہیں کہ بڑی سرعت سے عقل ان کو قبول کرتی ہے ایسا ہی آسمان پر چڑھنا ایسا بعید از قیاس ہے کہ عقل اسکو فی الفور رد کرتی ہے اور دھکے دیتی ہے پس کیا وجہ کہ جو واقعات ثابت شدہ اور قریب قیاس ہیں انکو تو قبول نہ کیا جائے اور جو خیالات ثابت نہیں ہو سکے اور نہ وہ قریب قیاس ہیں انکو قبول کیا جائے۔

بالآخر ہم پرچہ الہلال کے ایڈیٹر کو جو عیسائی ہے جس نے اپنے پرچہ شائع کردہ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء میں ..... جلد ۱۱ میں یہ اشارہ کیا ہے کہ یسوع کا کشمیر سری نگر میں مدفون ہونا صحیح نہیں ہے مخاطب کر کے تنبیہ کرتے ہیں کہ عقلمند اور منصف آدمی کا یہ کام نہیں ہے کہ صرف مذہبی تعصب کی وجہ سے ثابت شدہ حقائق اور واقعات کو رد کرے۔ بالخصوص جبکہ صاحب ہلال اپنے رسالہ میں اس بات کو مانتا ہے کہ یوز آسف شاہزادہ نبی تھا اور پورے وثوق سے قبول کرتا ہے کہ پورانی کتابیں اسکا نام شاہزادہ نبی لکھتی ہیں اور وہ کسی اور دور دراز ملک سے کشمیر میں آیا تھا تو تعجب کہ وہ قریب ہو کر

پھر کیوں دُور چلا جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ اگر ان واقعات اور دلائل میں سے جو ہمنے پیش کئے ہیں ایک بھی پیش نہ کیا جاتا تب بھی عقل سلیم کا یہی فتوےٰ تھا کہ یسوع ابن مریم آسمان پر ہرگز نہیں گیا وہ ہمیشہ انسانوں کیطرح کمزوریاں دکھلاتا رہا اور بسا اوقات اس نے ماریں کھائیں اور جب شیطان نے اسے کہا کہ اُوپر سے اپنے تئیں نیچے گرادے تو وہ اپنے تئیں نیچے نہ گرا سکا اور کوئی امر اس میں ایسا نہ تھا کہ جو انسان سے بڑھ کر شمار کیا جائے۔ بلکہ بعض نبیوں نے اس سے بڑھکر معجزات دکھلائے پھر یہ امر بغیر عقلی دلائل اور یقینی براہین کے کیونکر مان لیا جائے کہ وہ درحقیقت آسمان پر چڑھ گیا تھا اور ابتک زندہ موجود ہے اور اگر آسمان پر چڑھنا ممکن بھی ہو تب بھی اسکے لئے ناجائز بلکہ ایک جرم کا ارتکاب تھا کیونکہ ابھی وہ اپنے فرض تبلیغ کو تمام نہیں کر چکا تھا اور یہود کے اور بہت سے فرقے ہنوز اور اور ملکوں میں ایسے تھے جنہوں نے مسیح کا نام بھی نہیں سُنا تھا جنکو پیغام پہنچانا باقی تھا اور آسمان پر تو یہود کی کوئی قوم آباد نہیں تھی تا یہ کہا جائے کہ آسمان پر بھی انکا جانا ضروری تھا پس جیسے کہ یہ امر نامعقول ہے کہ یسوع نے صلیب کو اپنے لئے پسند کیا اور خودکشی کو روا رکھا ایسا ہی یہ بھی نامعقول ہے کہ وہ ابتک ایک عمدہ زمانہ اپنی زندگی کا محض بیکاری سے گذار رہا ہے حالانکہ اسکو چاہئے تھا کہ اپنے اس وقت عزیز کو اپنی قوم کی ہمدردی میں خرچ کرتا نہ یہ کہ ایسی بیہودہ حرکتیں کہ دوسروں کے لئے خودکشی کرے۔ اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر جا بیٹھے۔ پس ایک عقلمند بجز اسکے کہ کیا کرے ان قصوں کو جھوٹے قرار دے۔ سچائی ایک ایسی چیز ہے کہ وہ صرف واقعات سے ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ دلائل عقلیہ بھی اسپر شہادت دیتے ہیں لیکن جو جھوٹ ہے نہ اسکے لئے واقعات صحیحہ ثابت شدہ ملتے ہیں اور نہ عقلی دلائل اسپر قائم ہو سکتے ہیں۔ افسوس کہ عیسائی کسی بات پر بھی غور نہیں کرتے انہیں کے ان سکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ تھوما رسول جس کا ذکر انجیلوں میں درج ہے ہندوستان میں آیا تھا اور میلاپور میں شہید ہوا۔ اور یہ بھی اسی میں لکھا تھا کہ یسوع کا ایک بھائی بھی اسکے ساتھ تھا۔ اب جائے غور ہے کہ ایکطرف تو عیسائی صاحبان قبول کرتے ہیں کہ اسی بلاد شام سے ہندوستان میں انہیں دنوں میں ایک شاہزادہ نبی آیا تھا جو آخر سری نگر کشمیر میں فوت ہوا اور پھر انہیں ایام میں تھوما حواری اور ایک یسوع کا بھائی بھی ہندوستان میں آیا تھا اور پھر دوسری طرف اس بات کو نہیں مانتے کہ وہ جو شاہزادہ نبی کہلاتا تھا اور بیان کرتا تھا کہ میرے پر انجیل نازل ہوئی ہے وہی یسوع مسیح ہے یہ واقعات بہت ہی صاف تھے اور ان کا نتیجہ بھی بہت ہی صاف تھا مگر ہائے افسوس کہ ہاتھ

صاحبوں نے تاریکی سے پیار کیا اور نور سے دشمنی۔ دُنیا اپنی انتہا تک پہنچ گئی اور ساری علامتیں پُوری ہوگئیں مگر اُنکا فرضی مسیح اب تک آسمان سے نازل نہ ہُوا۔ آدم سے لے کر اسوقت تک چھٹا ہزار ختم ہوچکا جو الٰہی شریعتوں کی اصطلاح میں چھٹا دن کہلاتا ہے جسمیں مسیح موعود نے آنا تھا مگر اُنکا یسُوع اب تک نہ آیا۔ شیطان کے رہا ہونے پر ایکہزار برس بھی گذر گیا مگر اُنکا یسوع ابتک نہ آیا جو شیطان کو دائمی قید کے زِنداں میں رکھتا جیساکہ نبیوں نے پیشگوئی کی تھی۔ ملک میں طاعون بھی پھیلگئی جیساکہ انجیل میں آنیوالے مسیح کا نشان لکھا تھا۔ مگر ابتک ان کا مسیح نہ آیا۔ مُدّت ہُوئی کہ آنیوالے مسیح کا ستارہ بھی نکل چکا مگر ابتک مسیح نہ آیا۔ پس اے یورپ اور ایشیا کے رہنے والے عیسائیو۔ اور اے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ مسیح جو آنیوالا تھا وہ آچکا اور وُہ وہی ہے جو اب تمسے باتیں کر رہا ہے۔ آسمان نے نشان ظاہر کئے اور زمین نے بھی اور خُدا کے پاک نبیوں کی پیشگوئیاں نشان کے طور پر آج پُوری ہوگئیں اور خُدا نے میرے ہاتھ پر نشان دکھلانے کی کچھ کمی نہیں رکھی۔ ہزارہا نشان ظاہر کئے ہر ایک پہلو سے اپنی حجت کو پُورا کیا اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ نشان جو میرے ہاتھ پر دکھلائے گئے اگر یسُوع ابن مریم کے ہاتھ پر دکھلائے جاتے تو یہود ہلاکت سے بچائے جاتے مگر وہی جو ہلاکت کے فرزند تھے۔ یسُوع کے نشانوں کا جو یہُود پر اثر پڑا تھا کسکو اسکی خبر نہیں خُود اسکا اپنا حواری یہودا اسکریوطی جسکو بہشتی تخت کا وعدہ بھی دیا گیا تھا خُود اِسکے دیکھتے دیکھتے مُرتد ہوگیا اور نہ خود وہ حواری تخت موعُود سے محروم رہگیا بلکہ یسُوع کو بھی بڑی بلا میں ڈال گیا۔ سوائے وُہ لوگو جو دائمی سعادت اور ابدی نجات کو چاہتے ہو میری طرف دَوڑو کہ اسجگہ وہ چشمہ ہے جو تمہیں پورانی میلوں سے پاک کردیگا اور وُہ نجات جو یقین اور قوت ایمان اور پُورے عرفان سے ملتی ہے وہ تمہیں دیجائیگی اور یقیناً سمجھو کہ یسُوع ابن مریم کے خُون پر تمہارا بھروسہ غلط ہے اگر وہ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ بھی صلیب پر چڑھایا جاتا تب بھی وہ تمہیں نجات نہ دے سکتا۔ نجات ایمان اور مُحبت اور یقین سے پیدا ہوتی ہے نہ کسی کے خُون سے۔ دیکھو زمانہ تمہیں بتلا رہا ہے کہ یہ تمام خیالات جھُوٹے تھے پس قبل اسکے جو تم خُدا کی طرف بُلائے جاؤ اِن خیالات سے توبہ کرو مجھے خُدا نے اِس گواہی کیلئے اس زمانہ میں کھڑا کیا ہے کہ سب دین بگڑ گئے اور باطل کا رنگ پکڑ لیا مگر اسلام اگر میری گواہی پر خُدا کی مُہر نہیں تو میں سچا نہیں لیکن اگر میری گواہی پر خُدا کی مُہر ہے تو تم سچ کو رد کرکے قابل مواخذہ نہ بنو۔ ایک عاجز اِنسان مریم کا بیٹا ہرگز خُدا نہیں۔ مجھے وہ رُوح دیگئی ہے جس کے مُقابل پر کسی کو

تاب مقابلہ نہیں اگر تم میں کوئی اس لائق نہیں کہ روح سے علم پاکر اس روح القدس کا مقابلہ کرے جو مجھے عطا کیا گیا ہے تو تمہاری خاموشی تمہیں ملزم کریگی۔ والسلام علےٰ من اتبع الہدےٰ ؛

کیا ڈوئی اِس مُقابلہ میں نکلیگا

یہ سوال امریکہ کی اخباری دُنیا میں بڑی کثرت سے پُوچھا گیا ہے۔ ہمارے پاس اس قدر گنجائش تو نہیں کہ ہم ان سب اخباروں کی رائے کو نقل کر سکیں* لیکن نمونہ کے طور پر ہم تین اخباروں کی رائے نقل کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ لگ سکیگا کہ امریکہ کے اخبارات کے اس چیلنج کے متعلق کیا خیالات ہیں جو گذشتہ ستمبر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیطرف سے امریکہ کے جھوٹے مُدعی نبوت کو دیا گیا تھا۔ لٹریری ڈائیجسٹ جو نیویارک شہر کا مشہور اخبار ہے۔ ۲۰۔ جون ۱۹۰۳ء کے پرچے میں یُوں لکھتا ہے

ایک مجوزہ دُعا کے مقابلہ میں دُو حریف

میرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان (پنجاب ہندوستان) اپنی شائع شدہ تحریروں میں مسیح موعود ہونیکا دعوےٰ کرتے ہیں اُنہوں نے اِس ملک کے ڈاکٹر ڈوئی کو ایک مُقابلہ کیلئے بلایا ہے جسمیں ہتھیار صرف دُعا ہوگی۔ اور ہر ایک فریق خُدائے تعالیٰ سے یہ دُعا کریگا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہو۔ ریویو آف ریلیجنز کے بیان کے مطابق اس چیلنج کا پیش کرنیوالا مسیح موعُود ہے "جو عین اسوقت پر دُنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہے جو بائیبل کی پیشگوئیوں کے حساب کے رُو سے مسیح کی آمد کا وقت ہے" اور اس کے پیرو ایک لاکھ آدمی ہیں جنکی تعداد بہت جلد بڑھ رہی ہے اِس مسیح کی تعلیم یہ ہے کہ یسُوع مسیح محض ایک اِنسان تھا۔ ایک نیک انسان لیکن اسمیں الوہیت کوئی نہ تھی۔ مرزا غلام احمد صاحب اسی مذکورہ بالا رسالے میں یہ بھی لکھتے ہیں۔

"یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی اِنسان نہیں ہُوں میں وہی مسیح موعُود ہوں جسکا ڈوئی

* اِن اخبارات میں سے کئی اخباروں میں حضرت مسیح موعود کی تصویر بھی شائع ہُوئی ہے اور قریباً ایک سو ایسے اخبارات کے ہمارے پاس پُہنچ گئے ہیں۔ بعض اخبارات میں قبر مسیح کی تصویر بھی چھپی ہے۔

انتظار کر رہا ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس کے اندر اندر پیدا ہو جائیگا۔ اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ میں ہی ہوں۔ صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہو چکے ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے ڈوئی بیہودہ باتیں اپنے ثبوت میں لکھتا ہے کہ میں نے ہزار ہا بیمار توجہ سے اچھے کئے ہیں۔ ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ کیوں پھر اپنی لڑکی کو اچھا نہ کر سکا اور وہ مر گئی اور اب تک اسکے فراق میں روتا ہے۔

پھر مسیح موعود لکھتا ہے کہ ڈوئی کا دعوی یہ ہے کہ یسوع مسیح نے بحیثیت خدائی دنیا میں اسکو بھیجا ہے تا سب کو اس بات کیطرف کھینچے کہ بجز مسیح کے اور کوئی خدا نہیں۔ اسکے بعد یہ مدعی لکھتا ہے:۔

"ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائیگا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سنا دیں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کریں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے۔ کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں اسکو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں۔ اب فیصلہ طلب امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے اگر ڈوئی کو یہ یقین ہے کہ ابن مریم ہی خدا ہے تو چاہئے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اسپر گواہی لکھے۔ اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچیگی تب میں بھی بجواب اسکے یہی دعا کرونگا اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دونگا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے ایک راہ نکل آئیگی۔ میں نے ایسی دعا کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھ کر میرے اندر غیور خدا نے یہ جوش پیدا کیا"۔

اس چیلنج دینے والے مسیح کے پیروؤں نے "ایک عظیم الشان علمی تحقیقات یسوع مسیح کی نسبت" کی ہے جسکا پتہ ہمیں اسی رسالہ سے لگتا ہے تحقیقات یہ ہے کہ یسوع مسیح صلیب پر نہیں مرا بلکہ زندہ بیہوشی کی حالت میں صلیب سے اتارا گیا۔ تندرست ہو کر وہ مشرق کی طرف چلا گیا جہاں وہ بہت مدت تک جیتا رہا۔ اسکی قبر سری نگر کشمیر کے محلہ خان یار میں بتائی جاتی ہے۔" پھر لکھتا ہے "اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو گا کہ قبر موجود اور ساتھ اسکے تقریر اور تحریر اس قدر شہادتیں جو بہتی کئی لاکھ انسان تک نوبت پہنچ چکی ہے"

اخبار برلنگٹن فری پریس ۲۷- جون ۱۹۰۳ء کے پرچے میں لکھتا ہے:-

ایک دعا کے مقابلہ کی تجویز

ملک کے مختلف حصّوں میں یہ بحث بڑے زور و شور سے ہو رہی ہے کہ قحط کے دُور کرنیمیں دُعا مؤثر ہے یا نہیں۔ اور اس بحث میں دو فریق ہو گئے ہیں..... دُعا کے اثر کے مُتعلق ایک طریق تحقیق ابھی پیش ہُوا ہے جسکا آخری نتیجہ ایسا قطعی ہوگا کہ اسمیں کسی بحث کی گنجائش نہیں ہوگی۔ الیاس ڈوئی شکاگو کے مفتری پیشوا کو مرزا غلام احمدؐ صاحب قادیانی نے ایک چیلنج دیا ہے کہ وہ ایک ایسی دُعا میں جسکا نتیجہ ایک فریق کے لئے موت ہوگا انکا مقابلہ کرے..... بلحاظ رواج کے ڈوئی کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے تھا کہ وہ مقابلہ کے لئے خود ہتھیار تجویز کرتا لیکن مسیح موعود نے بڑی ہوشیاری سے ایک ایسا ہتھیار تجویز کر دیا ہے جس سے ڈوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اب اگر ڈوئی اس تجویز کو نہ مانے تو دُوسرے الفاظ میں اسکا یہ مطلب ہوگا کہ وہ اپنے معاملہ کو اس بڑے مقتدر حاکم کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا جس کی طرف سے وُہ ہونیکا دعویٰ کرتا ہے۔ اگر وہ سچا ہے برعکس اسکے اس بات سے اِنکار نہیں ہو سکتا کہ ڈوئی کا فریق مقابل کوئی معمولی آدمی نہیں ہے..... ڈوئی نے ابھی تک کوئی اظہار رائے نہیں کیا لیکن اگر وہ اس نئی قسم کے چیلنج کو منظور کرنے سے اِنکار کریگا تو اسکے مُریدوں کی تعداد میں ضرور کمی آنی شروع ہو جاویگی"+

ایسا ہی شکاگو کا ایک اخبار لکھتا ہے:- "ڈوئی کو جو الیاس ہونیکا دعویٰ کھتا ہے۔ دُعا کے ایک مقابلہ میں بُلایا گیا ہے جس کا نتیجہ موت ہوگا +

مرزا غلام احمد ایک مُسلمان جو مسیح موعود ہونیکا دعوےٰ کرتا ہے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جھوٹا کون ہے* الیاس ڈوئی کو چیلنج دیا گیا ہے کہ وُہ دعا میں مقابلہ کرے۔ چیلنج کا دینیوالا مرزا غلام احمد

* اِس اخبار میں مسیح موعود اور ڈوئی کی تصویریں ایک ہی جگہ چھاپی گئی ہیں مسیح موعود کی تصویر کے نیچے یہ لکھا ہے "مرزا غلام احمد مشرقی یعنی ہندوستان کا مسیح جس نے الیاس ڈوئی کو دُعا کے مقابلہ کے لئے چیلنج دیا ہے" اور ڈوئی کی تصویر کے نیچے یہ لفظ ہیں "جان الگزنڈر ڈوئی شکاگو کا مدعی الیاس ہونیکا جس نے ابتک مسلمان مسیح کے چیلنج کا کچھ بھی جواب نہیں دیا +

قادیانی ہے۔ مرزا صاحب اپنے چیلنج میں لکھتے ہیں کہ اے جھوٹے مدعی دُعا کو ہتھیار بنا کر میرے ساتھ مقابلہ کر۔ آؤ ہم دونوں زمین پر جھک جائیں اور خدا سے دُعا کریں کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہو۔ ڈوئی نے چیلنج کو منظور نہیں کیا اور نہ ہی ابتک انکار کیا ہے غالباً بہاڑ کی خوشگوار ہوا میں وہ جواب تجویز کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ بحیثیت فریق ثانی چیلنج ہونے کے وہ شرائط میں کچھ تبدیلی چاہے اس صورت میں اسکی درخواست یہ ہوگی کہ بجائے دُعا کے گالیوں میں مقابلہ کیا جاوے+ اور جو دُوسرے کو زیادہ گالیاں دے سکے وُہی فتحیاب سمجھا جاوے شائد وہ چیلنج کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور مرزا غلام احمد کو کہے کہ پہلے تم ایسی شہرت حاصل کرو خواہ کچھ ہی ہو ڈوئی اس چیلنج کو یونہی رد نہیں کر سکتا دعوے کے لحاظ سے مرزا صاحب کا دعوے ہلکا نہیں ریویو آف ریلیجنز جسمیں یہ چیلنج چھپا ہے کہتا ہے کہ مرزا صاحب وہ مسیح موعود ہیں جو دُنیا کی اصلاح کیلئے عین اسوقت بھیجے گئے ہیں جو بائیبل کی پیشگوئیوں کے حساب کے رُو سے مسیح کے آنیکا وقت ہے ان کی جماعت ایک لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور زور سے ترقی کر رہی ہے۔ اِس مسیح کی تعلیم یہ ہے کہ مسیح ایک اِنسان تھا الوہیت سے خالی مگر راستباز۔ مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں (اسکے بعد وہی حوالجات ہیں جو اخبار لٹریری ڈائیجسٹ نے حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے نقل کئے ہیں) اخیر پر یہ اخبار پُرزور الفاظ میں یُوں لکھتا ہے "کیا ڈوئی اِس مقابلہ کو منظور کریگا۔ مرزا صاحب نے کونسا پہلو اپنی رعایت کا رکھا ہے کہ وہ نہ منظور کرے +

ایسا ہی دُوسرے اخباروں کی رائے ہے ڈوئی کے نام جو چٹھی لکھی گئی تھی اسکو ایک سال گذر چکا۔ مگر ڈوئی نے اب تک ایک لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالا نہ قبول کرتا ہے اور نہ انکار کرتا ہے ہاں الیاس ہونے کا جو اسکا دعوے تھا اس نے بہت خفیف کر دیا ہے۔ ایک چٹھی میں جو ۲۳۔ جون ۱۹۰۳ء کی لکھی ہوئی ہے اور مفتی محمد صادق صاحب فنانشل سکرٹری انجمن اشاعت اسلام کے نام آئی ہے وہ لکھتا ہے۔ "مَیں صاف صاف بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اعتقاد کہ مَیں الیاس کے رنگ میں اور اسکی خو پر آیا ہوں۔ میرے سلسلہ میں داخل ہونیکے لئے لازمی نہیں ہے۔ اس معاملہ میں مَیں نے یہ وسعت دے رکھی ہے کہ خواہ کوئی شخص مجھے الیاس مانے یا نہ مانے میرے سلسلہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ ہاں اسکو یہ نہیں چاہئے کہ وہ اُن لوگوں سے جھگڑا کرے جو اس بات کو مان چکے ہیں۔ میری نسبت کو مانا

+ یاد رہے کہ امریکہ کے اخباروں میں ڈوئی اپنے مخالفوں کو سخت گالیاں دینے کے سبب سے بہت بدنام ہے +

سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے۔" مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر ڈاکٹر ڈوئی کا یہی منشاء شروع سے تھا۔ کہ اسے مسیح کا خاص رسول یا الیاس ہونا ضروری نہیں ہے تو پھر اس قدر شور کا کیا فائدہ تھا۔ اس نے دعویٰ تو کر دیا ہے مگر اس دعوے کی صداقت کا وہ خود قائل نہیں ہے کیونکہ اگر اس دعوے کی سچائی پر اسے یقین کامل ہوتا تو وہ ایسا بودا پن اور اخلاقی کمزوری نہ دکھاتا۔ سچے مدعی کو جو اپنی صداقت پر یقین کامل حاصل ہوتا ہے وہ اسکے دل کو ایک ایسی طاقت دیتا ہے جس سے وہ بغیر تزلزل کے ہر ایک مشکل کا سامنا کرتا اور بالآخر اسپر غالب آتا ہے لیکن جو انسان ذرا ذرا سے لالچ پر اپنا دعوے چھوڑنے کو تیار ہو جائے اسے اپنی صداقت پر کیونکر یقین ہو سکتا ہے۔ ڈوئی بجائے اس کے جو اپنے دعوے کا کوئی ثبوت پیش کرتا آہستہ آہستہ اس دعوے کو چھوڑ رہا ہے اور اس سے اگلا قدم اس کا اس دعوے سے صاف استعفا ہوگا۔ جبتک اسے کوئی جواب نہ ملا تھا تو وہ گالیوں پر گالیاں اور دھمکیوں پر دھمکیاں دیتا رہا کہ جو لوگ مجھے الیاس نہیں مانتے وہ سب ہلاک ہو جائینگے کیا عیسائی اور کیا مسلمان۔ لیکن جب ایک معیار اس کے سامنے پیش کیا گیا جس سے اسکے دعوے کی صداقت معلوم ہو تو اب وہ کہتا ہے کہ اس امر کی کوئی ضرورت ہی نہیں کہ کوئی مجھے الیاس مانے یا نہ مانے۔ پس جن دس ہزار مریدوں کا وہ دعوے کرتا ہے وہ اسکے سچے پیرو نہیں کہلا سکتے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ ہو جو اسکے دعویٰ کو تسلیم کرتا ہو۔ مگر علاوہ اسکے معلوم ہوتا ہے کہ ڈوئی اپنے جھوٹ کو آپ ہی محسوس کرتا ہے کیونکہ نہ وہ حضرت مسیح موعود کی دعوت کو قبول کرتا ہے اور نہ اسمیں یہ جرأت ہے کہ اسکو رد کر سکے۔ تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ وہ پیشگوئی کر رہا تھا کہ سب مسلمان میرے سامنے تباہ ہو جائینگے لیکن اب جب اسکے سامنے ایک خاص آدمی مقابلہ میں پیش کیا جاتا ہے تاکہ اسی کی ہلاکت کیلئے وہ دعا کرے تو وہ خاموش ہو گیا ہے۔

بعض امریکہ کے اخباروں میں یہ لکھا ہے کہ ڈاکٹر ڈوئی کے مرید کہتے ہیں کہ اسکے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ کسی پنجابی سے مقابلہ کرے۔ مگر سوال یہ نہیں کہ کوئی مدعی مسیحیت پنجابی ہے یا ناصری ہے بلکہ سوال تو یہ ہے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ ڈاکٹر ڈوئی ایک مسیح کا منتظر ہے اور ایک ایسا شخص جو ڈوئی کے مشہور ہونے سے پہلے مسیحیت کا دعوے کر چکا ہے اسے اطلاع دیتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اور ایک ایسا راستہ اسے بتاتا ہے جسے اختیار کر کے وہ اسکے دعوے کی سچائی کو معلوم کر سکتا ہے ڈوئی یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ مسیح اسکے نئے بنے ہوئے شہر میں ہی نازل ہوگا جسکا نام اسنے

سیحون رکھا ہے اِسلئے اسکا فرض ہے کہ جہاں کہیں مسیح ظاہر ہوا سکو تلاش کر کے اس کے حکم کو مانے۔ علاوہ اسکے جو طریق فیصلہ حضرت مسیح موعود نے پیش کیا ہے وُہ لمبے وقت کو نہیں چاہتا۔ اسکو یہ تو نہیں کہا جاتا کہ وہ کوئی شہر بنا دے یا گوٹے کا کارخانہ تیار کرے۔ صرف خُدا یتعالےٰ کے پاس دُعا کرنا ہے اور یا اس واقع کا شائع کرنا۔ اور پھر معیار بھی صرف دُعا رکھا گیا ہے اگر ڈوئی یہ سمجھتا ہے کہ واقعی خُدا یتعالےٰ نے اسے بھیجا ہے تو پھر وہ خُدا پر بھروسہ کیوں نہیں کرتا اور اپنا معاملہ خُدا کو سپُرد کرنے سے کیوں جھجکتا ہے۔ کیا دُعا کی قبولیت معیار صداقت نہیں؟ یا کیا خُدا یتعالیٰ بھول کر جھوٹے کی مدد کر دیگا؟ اور سچے کو اسکے سامنے ہلاک کریگا۔ علاوہ ازیں ڈوئی کو تو یہ دعوےٰ بھی ہے کہ وہ تمام بیماریوں سے لوگوں کو شفا دیسکتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو ضرور ہے کہ اس میں یہ طاقت بھی ہو کہ وہ دُعا کے ذریعہ بیماریوں کو ٹال سکے اور اِسطرح جتنی مُدت چاہے وہ اپنی صحت کو قائم رکھ کر زندہ رہ سکتا ہے اِسلئے اسکا فرض ہے کہ اس مُقابلہ میں نکلے۔

ایک یا دو امریکہ کے اخباروں نے یہ خیال کیا ہے اور ممکن ہے کہ ڈاکٹر ڈوئی کو بھی یہ غلطی لگی ہو کہ ایسی دُعا کے کرنے میں کہ جھوٹا پہلے ہلاک ہو۔ حضرت مسیح موعُود نے اپنے لئے کوئی فائدہ سوچا ہے جو دعوت ڈوئی کو دیگئی تھی اسمیں صاف اِس امر کا اظہار کر دیا گیا تھا کہ ظاہری اسباب کے لحاظ سے اگر کسی فریق کو اسمیں کچھ فائدہ ہے تو وُہ ڈاکٹر ڈوئی کو حاصل ہے۔ مسیح موعُود کی عُمر اس وقت غالباً ۶۷ برس سے اُوپر ہے۔ حالانکہ ڈوئی کی عمر قریباً ۵۶ سال کی ہے اِسلئے عُمر کے لحاظ سے ڈاکٹر ڈوئی صریح فائدہ میں ہے اور اگر کسی اَور پہلو سے بھی فائدہ ہے وہ ڈاکٹر ڈوئی کو ہی ہے حضرت میرزا صاحب اسوقت قریباً ستّر سال کی عمر تک پُہنچ چکے ہیں۔ اور یہ اِنسان کی اوسط عُمر کی حد ہے جو لوگ اس سے زیادہ عمر پاتے ہیں ان کی تعداد نسبتاً بہُت کم ہے۔ پس قدرت کے قوانین کو مدنظر رکھکر ڈاکٹر ڈوئی کو آپ سے بہُت عرصہ پیچھے تک زندگی کی امید کرنی چاہئے۔ علاوہ اس کے پنجاب کے ایک گاؤں اور امریکہ کے ایک نئے بنے ہوئے شہر کا صفائی کے لحاظ سے مقابلہ کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ڈوئی صریح فائدے میں ہے۔ بلکہ طاعون جو تباہی ہندوستان میں اور خصوصاً پنجاب میں دکھلا رہی ہے اِسکو دیکھ کر کون اِنسان ایک دن بھی زندہ رہنے کا دعوےٰ کر سکتا ہے۔ بالخصوص پنجاب کے دیہات میں جو سب سے زیادہ طاعون کی تباہی کا نشانہ ہو رہے ہیں۔ ان دیہات میں سے بہُت سے بالکل ویران ہو چکے ہیں اور بیشمار گھروں کے گھر

خالی ہو چکے ہیں۔ انہیں دیہات میں سے جن کی تباہی سے یہ حالت ہو رہی ہے۔ ایک گاؤں میں ایک شخص کھڑا ہوتا ہے جو بظاہر انسانی عمر کی حد تک پہنچ چکا ہے اور اپنے سے ایک گیارہ سال چھوٹے شخص کو جو بظاہر نہایت امن کی حالت میں اور صفائی اور آب و ہوا کے لحاظ سے بھی نہایت عمدہ جگہ میں رہتا ہے یہ دعوت کرتا ہے کہ وہ دعا کرے کہ جھوٹا پہلے ہلاک ہو۔ کیا کوئی سمجھدار آدمی اس کو ہنسی کی بات خیال کر سکتا ہے اگر ڈاکٹر ڈوئی اس دعوت کو قبول کرلے تو ہر ایک رعایت جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے ہو سکتی ہے اسی کے حق میں ہے۔ اور اگر ڈوئی اس دعوت کو قبول نہ بھی کرے تو بھی صرف ایسی چیلنج کا دینا ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ چیلنج دینے والا اس طاقتور خدا کیطرف سے آیا ہے جسکو یہ قدرت ہے کہ اپنے بندے کیلئے جسطرح چاہے ظاہری اسباب کو توڑ کر کام لے ؛

لیکن ڈاکٹر ڈوئی اکیلا ہی ایسے مقابلہ کے لئے نہیں بلایا گیا۔ اخبار سنڈے سرکل لنڈن مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء میں ایک اور پیشگوئی صریح اور معین اسی چیلنج کی طرز کی (مگر چیلنج نہیں) حضرت مسیح موعود کیطرف سے شائع ہوئی ہے۔ چنانچہ اخبار مذکور لکھتا ہے ؛

سب سے آخری مسیح

پادری پگٹ کا ایک ہندوستانی حریف

وہ عام جوش جو پگٹ کے دعوے پر کہ میں یسوع مسیح ہوں پھیلا تھا ابھی تک ہمارے ناظرین کے دلوں سے فراموش نہیں ہوا ہوگا۔ اسلئے یہ خبر ان کے لئے باعثِ دلچسپی ہوگی کہ مشرق میں ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں ایک اسی دعوے کا مدعی پیدا ہوا ہے جو پگٹ نے کیا تھا۔ اس سب سے آخری مسیح کا نام مرزا غلام احمد ہے اور وہ قادیان میں رہتے ہیں جسکے وہ رئیس ہیں انہوں نے ابھی ایک اشتہار یورپ اور امریکہ میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے جسکا عنوان ہے کہ ایک الوہیت کے مدعی کو تنبیہ۔ جس سے مراد ان کی پگٹ صاحب ہی معلوم ہوتا ہے کہ پگٹ کے پرائیویٹ سکرٹری نے مرزا غلام احمد صاحب کو وہ اشتہار جنمیں اسکے جھوٹے دعووں کا ذکر تھا بھیجے تھے۔ ہندوستان کا مسیح پگٹ کے اس دعوے کو گستاخی اور کفر کا دعوے کہتا ہے اسکے بعد مرزا غلام احمد کپ کپا دینے والے لفظوں میں پگٹ کو اسکے دعوے پر تنبیہ کرتا ہے وہ کہتا ہے :-

"یہ امر خدا کی غیرت کو بھڑکانے والا ہے کہ ایک شخص انسان ہو کر پھر خدا بنتا ہے اور زمین و آسمان کا پیدا کرنیوالا اپنے تئیں قرار دیتا ہے اور اسطرح پر خدا کے مقدس نبیوں کی ہتک کا بھی موجب ہوتا ہے۔ اسلئے میرے سچے اور پاک اور کامل خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کو آئندہ والی سزا سے متنبہ کروں کہ اگر وہ اس گستاخی سے توبہ نہیں کریگا تو ہمارے دیکھتے ہوئے اور ہماری زندگی میں ہی بہت قریب عرصہ تک اس دنیا سے ایک شدید عذاب کے ساتھ رخصت ہو جائیگا جو محض خدا کیطرف سے ہوگا نہ انسان کے ہاتھ سے۔ یہ عذاب کا وعدہ اس خدا کی طرف سے ہے جو زمین و آسمان کا خدا ہے اسکی غیرت ایسا کریگی تا آئندہ کوئی انسان ہو کر ایسے جھوٹے دعووں سے زمین کو ناپاک نہ کرے۔"

اگرچہ ہندوستان کا نبی سچا مسیح ہونیکا دعوے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں مسیح کی طبیعت اور اسی کی خو پر آیا ہوں لیکن وہ یہ مانتا ہے کہ میں انسان ہوں اسکا یہ دعوی ہے کہ ہزارہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں اور ایک لاکھ انسان میرے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں۔ اس عجیب اشتہار کے اخیر پر وہ یوں لکھتے ہیں "اگر میں پگٹ کے پہلے مرگیا تو پھر میں خدا کی طرف سے سچا مسیح نہیں ہوں۔ لیکن اگر اسنے اسکی موت کو دیکھ لیا جو میری دعا کا نتیجہ ہوگی تو پھر سمجھو کہ میں سچا مسیح ہوں اور خدا کیطرف سے ہوں۔ ہم دونوں ایک طاقت کے قبضہ میں ہیں اور وہ قادر خدا سچے مسیح کو دکھلا دیگا کہ جھوٹا اسکی زندگی میں ہی مرگیا۔ میری عمر اسوقت ۶۵ برس سے اوپر ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ پگٹ مجھ سے ۱۵ سال چھوٹا ہوگا۔"

ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی بڑی صاف ہے انکا یہ بھی دعوے ہے کہ ان کی سینکڑوں پیشگوئیاں اس سے پہلے پوری ہو چکی ہیں اسلئے اس پیشگوئی کا بھی دلچسپی سے انتظار کیا جاویگا۔"

اخبار سنڈے سرکل کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی شخص جس نے ایک جھوٹے مدعی کو یہ چیلنج دیا ہے کہ وہ اسکے بالمقابل دعا کرے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے اسی نے ایک دوسرے مفتری کی نسبت جو عمر میں اس سے پندرہ سال چھوٹا ہے یہ پیشگوئی کی ہے کہ وہ اسکی زندگی میں ہلاک ہو جاویگا۔ کیا ایسی پیشگوئی انسانی طاقت کے اندر ہے اگر پگٹ یا ڈوئی کو اپنی صداقت کا کچھ بھی یقین ہوتا تو وہ کبھی اس طرح سے خاموشی اختیار نہ کرتے ہندوستان

اور پنجاب میں کئی آدمیوں نے اسی طرح بالمقابل دُعا کی کہ جھوٹا سچے کی زندگی کے اندر مر جائے اور وہ سب حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی مر گئے۔ ڈوئی کو چاہئے کہ مسیح پر جو اس کا ایمان ہے اسکا کچھ ثبوت دے۔ چونکہ اسکا یہ بھی دعوےٰ ہے کہ میں مسیح سے پہلے بحال کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیح کی آمد تک ضرور زندہ رہیگا۔ ورنہ اس کی ساری تیاری خاک میں مِلجائیگی اور جس صورت میں وہ ابھی اور پچیس سال تک مسیح کے انتظار میں ہے تو اسے یہ بھی اُمید ہونی چاہئے کہ تب تک وُہ زندہ رہیگا۔ پھر اسے کیا اندیشہ ہے کہ ایسے آدمی کے خلاف جو ایک طاعُون زدہ مُلک میں ستر سال کی عمر کو پہنچا ہُوا ہے وہ یہ دُعا کرے کہ جھوٹا پہلے ہلاک ہو جاوے اور ایسی ہلاکت کو کذب کا نشان سمجھے۔ اگر مسیح جلدی آگیا یا اگر اور پچیس سال تک مسیح موعُود زندہ رہے تو بھی اسے فکر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مسیح کے آنے سے خُود اس کے مخالفوں کے دعوے باطل ہو جاوینگے اور چونکہ بحیثیت الیاس ہونے کے ڈوئی صاحب اُسوقت مسیح کے وزیر ہونگے اِس لئے وہ مسیح سے درخواست کر سکتے ہیں کہ وہ ان کے مخالف کو فی الفور ہلاک کر دے۔ ایک امریکہ کے اخبار نے لکھا ہے کہ شرط یہ نہیں ہونی چاہئے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے بلکہ یہ کہ جھوٹا فی الفور ہلاک ہو جاوے۔ لیکن اسکو یہ علم نہیں ہوگا کہ مسیح سے کتنی مُدت بعد یہودیوں اور یروشلم پر تباہی آئی تھی۔ جب اپنی مجوزہ صورت میں یہ مقابلہ ایک آسمانی نشان کے رنگ میں ہے تو پھر شرطیں تجویز کرنا ایمان داری نہیں ہے کیا یہ بات اِنسان کی طاقت میں ہے کہ وہ کہدے کہ فلاں شخص میری زندگی میں ہلاک ہو جاویگا +

عِصمتِ انبیاء پر پادری مانزو کے رسالے

"جناب ایڈیٹر صاحب! مجھے ریویو آف ریلیجنز کا جولائی کا نمبر پہنچا اور میں نے دیکھا ہے کہ اسکے چالیس صفحوں میں سے تیس صفحوں میں میرے ایک رسالے پر ریویو ہے۔ عرض یہ ہے کہ یہ رسالہ کوئی نئی تصنیف نہیں ہے جیسا کہ ریویو کی تمہیدی ریمارکس سے شک گذرتا ہے بلکہ محض اس